کلماتِ فقہا کے اطلاقات
کتب فقہیہ کی روشنی میں

تحریر
محمد امجد رضا مجاہدی
متعلم جامعہ امام اعظم ابو حنیفہ

جماعت رضائے مصطفیٰ، بھدرک، اڈیشہ

فہرست

ہدیۂ تشکر و پیش لفظ

اللہ تعالی جل مجدہ کا کروڑوں کروڑ شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے حقیر و فقیر انجان و نادان کو کتابوں کی کچھ سوجھ بوجھ عطا کی قلم پکڑنا سکھایا، اور چند منتشر عبارتوں کو نقل کر کے تحریر و ترتیب کی ہمت بخشی، اور صلاہ و سلام ہو حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر جو عالم ماکان ومایکون ہیں، جو قاسم رزق رحمن و منان ہیں، جن کے طفیل یہ سارا زمین و آسمان ہے، اسی کے ساتھ ان کے تمام آل واصحاب پر درود و سلام ہو اور امت کے مشائخ و بزرگان دین پھر ان کے متوسلین و محبوبین پر اللہ تعالی ابر رحمت کی خوب خوب بارش کرے۔

تخصص سال دوم کے سالانہ امتحان آنے والا تھا، استاذ محترم نے حکم دیا کہ ہر ہر فرد کو مقالہ جمع کرنا ہے، موضوع اختیاری ہے بس فقہ سے ہونا چاہئے، ابتدا میں کونسا موضوع لیا جائے اس پر تذبذب کی حالت رہی پھر خیال ہوا کہ کوئی مشکل بحث لیکر کوشش کرنی چاہئے، وہ مقالہ ہی کیا جس میں محنت نہ کرنی پڑے، یہ الگ بات ہے کہ موضوع لینے کے بعد احساس ہوا کہ سخت ہو گیا، خیر! بعد میں اللہ نے توفیق دی تو اس پر سیر حاصل بحث ہو گی، ان شاء اللہ تعالٰی، فی الحال مسودہ کی حیثیت سے علما کی خدمت میں تصحیح کے لیے حاضر ہے۔

حقیر

محمد امجد مجاہدی

حمد وصلوٰۃ

الحمد للہ الذی جعل اللسان للتعبیرو البیان و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانس و الجان الذی یعلم مایکون و ما کان وعلی جمیع الانبیاء و المرسلین الذین ھداھم الی صراط الجنان وعلی آلہ و اصحابہ الذین فازوا بالایمان و الایقان، واغفر لنا ذنوبنا بجاھھم یاحنان یا منان. آمین

عام طور پر مقالہ کی ابتدا لغوی و اصطلاحی معنی سے ہوتی ہے تو اسی نہج کو بر قرار رکھتے ہوئے بندہ عرض کرتا ہے کہ ہر زبان میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایک لفظ کے کئی معانی ہوتے ہیں کئی مفہوم پر اسی لفظ کو استعمال کر لیا جاتا ہے،وہی حال عربی اردو کا بھی ہے چوں کہ مقالہ کا موضوع کلمات فقہیہ کے اطلاقات ہیں تو مناسب ہے کہ پہلے اطلاق کا معنی ہی جان لیا جائے.

اطلاق کا معنی

اولاً تو اطلاق کا ایک معنی نہیں ہے کئی ایک معانی ہیں، لیکن فی الحال صرف ان معانی کو نقل کیا جائے گا جن کا تعلق مضمون سے ہے کہ گفتگو مضموع سے نہ ہٹے،اردو زبان کی مشہور و معروف ریختہ ڈکشنری میں ہے:

پہلا معنی: کسی قسم کی شرط یا قید نہ لگانا,جیسے کہ بولتے ہیں یہ حکم مطلق ہے یہ مقید ہے،یوں ہی اہل صرف جب ماضی مطلق بولتے ہیں وہی معنی مراد ہوتا ہے کہ کسی قید سے مقید نہیں ہے،نہ قریب نہ بعید وغیرہ۔

دوسرا معنی: کسی مفہوم کی کسی شخص یا شے پر چسپید گی، کسی چیز کا ایک دوسری چیز پر منطبق کیا جانا،یہی وہ معنی ہے جس کی طرف بالفعل تحریر کی توجہ رہے گی، کہ کون سا لفظ کس معنی پر منطبق ہوتا ہے ؟ کون سی کلی کس فرد پر صادق آسکتی ہے ؟ وغیرہ

تیسرا معنی: طلاق دینا: بیوی کو نکاح کے حکم سے آزاد کرنے کو طلاق کہتے ہیں کہ کہ طلاق کے حروف اصلیہ کو باب افعال لے جائیں تو باب ہی متعدی کا معنی دی گا۔ یہ رہے وہ چند معانی جن سے اطلاق کے اطلاق کو بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ویسے اس کا مادہ ط ق ل ہے اسی سے آتا ہے اطلاق ہونا، اطلاق کرنا، اطلاق کرنے کا معنی انگریزی میں کیا ہے اسی ریختہ کے حوالے سے آپ بھی ملاحظہ کریں:

apply or use (a word or phrase in a certain sense or theoretical knowledge to practical problem)

مطلب یہ کہ کسی لفظ یا عبارت کو کسی خاص معنی میں برتنا، یا نظری علم کو عملی مسئلے پر نافذ کرنا / استعمال کرنا۔

اطلاق کے مترادفات

اطلاق کا معنی دینے کے لیے دیگر تعبیرات دوسرے الفاظ یہ ہیں: انطباق ہونا، منطبق ہونا، صادق آنا، بولا جانا، کہا جانا، تعبیر کرنا، محمول کرنا، حمل کرنا۔ گہرائی میں جائیں تو محسوس ہو گا کہ متابعت میں کچھ مفارقت بھی ہے تو معلوم رہے کہ بعض اہل لغت[1] وجود مترادف کے قائل نہیں ہیں کہ ہر ہر لفظ کے معانی کی تحلیل کرتے وقت لغوی کو ان معانی کے درمیان اختلاف اصلی نظر آتا ہے۔

---

[1] یہ قول حبیبی ایسا گویا گویس معروف بجبیبی منطق از: وحید الزماں علامہ عاشق الرحمن علیہ الرحمۃ سے ماخوذ ہے، ذکر کردہ اکثر مترادفات مختلف لغات سے منقول ہیں۔

اصطلاحی معنی

ہر اصطلاحی معنی کی تقریباً یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس میں لغوی معنی کی ضرور رعایت ہوتی ہے اس طرح یہاں بھی ہے، میں یہ عرض کردوں کہ اس کا اصطلاحی معنی مجھے کہیں دستیاب نہیں ہوا، اب تک جو معلوم ہے اس کی روشنی میں بطور اصطلاح یہ کہا جاسکتا ہے: "کسی قاعدے، صفت یا لفظ کو اس کے متعلقہ مقام یا فرد پر چسپاں کرنا"۔ واللہ تعالی اعلم

اطلاق کا حکم

حکم سے مراد احکام تکلیفیہ کے گیارہ قسموں میں سے کون سا حکم اطلاق پر آتا ہے وہ بیان کرنا ہے کہ کب اطلاق جائز ہوتا ہے اور کب ناجائز ہوتا ہے۔ جانب فعل اطلاق کے ضروری ہونے پر کوئی خاص حکم راقم کو معلوم نہیں ہے ہاں جانب ترک کچھ معلومات پیش کرنے کی کوشش ہوگی کہ کیا اطلاق کبھی گناہ بھی ہوتا ہے؟ چند دلیل مع تمثیل ذیل میں ملاحظہ کریں:

جائز کی مثال:

حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن اڈیشوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب "خير الزاد والتزود في كراهة الجماعة في صلوٰة التهجد" میں اطلاق پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إطلاق الخاص علي العام" جائز ہے، کتاب میں بحث یہ چل رہی تھی کہ قیام رمضان کا اطلاق فقہا و محدثین صلوٰۃ تراویح پر فرماتے ہیں، پھر مصنف نے کئی ایک دلیل سے ثابت کیا کہ جن صاحب نے تہجد مراد لیا ہے وہ قطعاً غلط ہے ۔(بنام جماعت تہجد کی کراہت، ص۲۷)

ناجائز کی مثال؛

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

مسئلہ ٔضروریہ: انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، انکا ذکر تلاوتِ قرآن وروایتِ حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو اُن سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔۔۔! مولیٰ عزوجل اُن کا مالک ہے، جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اُس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا اُن کلمات کو سند نہیں بناسکتا اور خود اُن کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہو، پھر اُنکے یہ افعال جن کو زَلّت ولغزش سے تعبیر کیا جائے ہزارہا حِکَم ومَصالح پر مبنی، ہزارہا فوائد وبرکات کی مُثمِر ہوتی ہیں، ایک لغزشِ اَبِیْنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھیے، اگر وہ نہ ہوتی، جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اُترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مثُوبات کے دروازے بند رہتے، اُن سب کا فتحِ باب ایک لغزشِ آدم کا نتیجۂ بارکہ و ثمرۂ طیّبہ ہے۔ بالجملہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی لغزش، مَن وتُو کس شمار میں ہیں، صدیقین کی حَسَنات سے افضل واعلیٰ ہے۔''

حَسَنَاتُ الأَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ ''۔(بہار شریعت اول ص۹۱)

ناجائز کی دوسری مثال:

سابقہ دلیل نقلی کی طرح یہ بھی بہار شریعت سے منقول ہے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

عرفِ شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلۂ امامِ برحق کو کہتے ہیں، عناداً ہو، خواہ اجتہاداً، ان حضرات پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا، گروہِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حسبِ اصطلاحِ شرع اِطلاق فئہ باغیہ آیاہے، مگر اب کہ باغی بمعنی مُفسِد ومُعانِد وسرکش ہوگیا اور دُشنام سمجھا جاتا ہے، اب کسی صحابی پر اس کا اِطلاق جائز نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ اول، ص ۲۶۲) ناجائز ومکروہ تحریمی کی اور بھی مثالیں ہیں جن کو دوسری بحث میں ذکر کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، فی الحال ہم ابتدائی بحث کی طرف چلتے ہیں۔

بحث اول: مخصوص فقہی اصطلاحات کے اطلاقات

سب سے پہلے تو آپ فقہا کے مخصوص اصطلاحات -جن سے میری مراد احکام تکلیفیہ ہیں- کی تعریفات معتبر کتاب[2] سے ملاحظہ کریں، پھر اس کے بعد کچھ خامہ فرسائی کی کوشش ہوگی، حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور زمانہ کتاب بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

فرضِ اعتقادی: جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو (یعنی ایسی دلیل سے جس میں کوئی شبہہ نہ ہو) اس کا انکار کرنے والا آئمہ ٔ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور اگر اسکی فرضیت دینِ اسلام کا عام خاص پر روشن واضح مسئلہ ہو جب تو اس کے منکر کے کفر پر اِجماعِ قطعی ہے ایسا کہ جو اس منکر کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے اور بہر حال جو کسی فرضِ اعتقادی کو بلاعذرِ صحیح شَرْعی قَصْداً ایک بار بھی چھوڑے فاسق و مرتکبِ کبیرہ و مستحقِ عذاب نار ہے جیسے نماز، رکوع، سجود۔

فرضِ عملی: وہ جس کا ثبوت تو ایسا قطعی نہ ہو مگر نظرِ مجتہد میں بحکمِ دلائل شَرْعیہ جزم ہے کہ بے اس کے کیے آدمی بری الذمہ نہ ہو گا یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت کے اندر فرض ہے تو وہ عبادت بے اس کے باطل و کالعدم ہو گی۔ اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے، ہاں اگر کوئی شخص کہ دلائلِ شَرْعیہ میں نظر کا اہل ہے دلیلِ شَرْعی سے اس کا انکار کرے تو کر سکتا ہے۔ جیسے آئمہ ٔ مجتہدین کے اختلافات کہ ایک امام کسی چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے نہیں مثلاً حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح وُضو میں فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا، حنفیہ کے نزدیک وُضو میں بسم اللہ کہنا اور نیّت سنت ہے اور حنبلیہ و شافعیہ کے نزدیک فرض اور ان کے

[2] میں یہ عرض کردوں کہ تعریف میں اپنی جانب سے کچھ بولنا مناسب نہیں ہوتا ہے اس لئے نقل پر اکتفا کیا گیا ہے۔

سوا اور بہت سی مثالیں ہیں۔ اس فرضِ عملی میں ہر شخص اُسی کی پیروی کرے جس کا مقلّد ہے اپنے امام کے خلاف بلا ضرورتِ شَرعی دوسرے کی پیروی جائز نہیں۔

واجبِ اعتقادی: وہ کہ دلیلِ ظنی سے اس کی ضرورت ثابت ہو۔ فرضِ عملی وواجبِ عملی اسی کی دو قسمیں ہیں اور وہ انھیں دو میں منحصر۔

واجبِ عملی: وہ واجبِ اعتقادی کہ بے اس کے کیے بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو مگر غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہو تو عبادت بے اس کے ناقص رہے مگر ادا ہو جائے۔ مجتہد دلیلِ شَرعی سے واجب کا انکار کر سکتا ہے اور کسی واجب کا ایک بار بھی قَصداً چھوڑنا گناہِ صغیرہ ہے اور چند بار ترک کرنا کبیرہ۔

سنّتِ موکّدہ: وہ جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو، البتہ بیانِ جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا وہ کہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو مگر جانبِ ترک بالکل مسدود نہ فرمادی ہو، اس کا ترک اساءت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاقِ عذاب۔

سنّتِ غیر موکّدہ: وہ کہ نظرِ شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے عام ازیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی یا نہیں، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجبِ عتاب نہیں۔

مُستَحب: وہ کہ نظرِ شرع میں پسند ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو، خواہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کِرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

مُباح: وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔

حَرامِ قَطعی: یہ فرض کا مُقابِل ہے، اس کا ایک بار بھی قَصداً کرنا گناہِ کبیرہ وفِسق ہے اور بچنا فرض وثواب۔

مَکروہ تَحرِیمی: یہ واجب کا مقابل ہے اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

اِساءَت: جس کا کرنا بُرا ہو اور نادراً کرنے والا مستحقِ عِتاب اور اِلتزامِ فعل پر استحقاقِ عذاب۔ یہ سنّتِ موکدہ کے مقابل ہے۔

مَکروہِ تَنزِیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے۔ یہ سنّتِ غیر موکدہ کے مقابل ہے۔

خِلافِ اَولیٰ: وہ کہ نہ کرنا بہتر تھا، کیا تو کچھ مضایقہ وعتاب نہیں، یہ مستحب کا مقابل ہے۔ ان کے بیان میں عبارتیں مختلف ملیں گی مگر یہی عطرِ تحقیق ہے۔

یہاں تک کل ملا کر گیارہ اصطلاحات ہیں جن کو تقابل میں ترتیب دیں تو اس طرح ہوں گے:

فرض: اعتقادی خواہ عملی	حرام
واجب: اعتقادی خواہ عملی	مکروہ تحریمی
سنت مؤکدہ	اسائت
سنت غیر مؤکدہ	مکروہ تنزیہی
مستحب	خلاف اولی
مباح	

حقیقت میں ان کلمات و اصطلاحات کا اصل ماخذ فتاویٰ رضویہ ہے، اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان تمام قسموں کو ذکر کرنے کی بعد فرماتے ہیں: "پانچ جانب فعل متنازلا فرض، واجب، سنت موکدہ، غیر موکدہ، مستحب اور پانچ جانب ترک متصاعدا خلاف اولی، مکروہ تنزیہی، اسائت، مکروہ تحریمی، حرام ان میں میزانِ مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنی نظیر کے مقابل ہے اور سب کی بیچ گیارھواں مباح خالص"۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم جلد:۱، صفحہ:۶۷۶، جدید ج۲، ص۹۰۹)

یہاں آکر تعریفات و اصطلاحات کا سلسلہ ختم ہوا، اور ان کلمات کے حوالے سے اب تک بندہ کو جو معلوم ہے وہ یہی کہ جانب فعل میں کبھی ادنی پر اعلی کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، یوں ہی کبھی اعلی پر ادنی کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، بلفظ دیگر کبھی اعلی کو ادنی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے کبھی ادنی کو اعلی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، یہی حال جانب ترک کا بھی ہے، اس کو قدرے مضبوط کرنے کے لیے میں کچھ حوالہ جات نقل کرنے پر اکتفا کروں تا کہ بات بے دلیل نہ رہے اگر چہ دلیل نقلی ہی صحیح۔

معارف الاحکام میں ہے:

علمائے احناف کے ہاں بھی فرض کا اطلاق واجب پر اور واجب کا اطلاق فرض پر موجود ہے۔

مثلا: کہا جاتا ہے "الوتر فرض" حالانکہ وتر واجب ہے اور کہا جاتا ہے "تعدیل الارکان فرض" حالانکہ یہ احناف کے یہاں واجب ہے اور اسی طرح "الصلوٰۃ واجبۃ"، "الزکاۃ واجبۃ" کہا جاتا ہے۔ (۱۰۷، مطبوعہ اسلامک پبلشر)

تائید:

ہدایہ اولین میں شیخ الاسلام برھان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الزکاۃ واجبۃ" جس کا لفظی ترجمہ ہے زکات واجب ہے حالانکہ کہ زکات فرض ہے۔

فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمراد بالواجب الفرض لقطعية الدليل اما مجاز في العرف بعلاقه المشترك من لزوم استحقاق العقاب بتركه عدل عن الحقيقة وهو الفرض اليه بسبب ان بعض مقاديرها وكيفيتها ثبتت باخبار الاحاد. (جلد:۲، صفحہ:۱۳۱، مطبوعہ کوئٹہ)

کراہت کا اطلاق

متقدمین اس کو حرام کی معنی میں لیا کرتے تھے، اب متاخرین یہاں مطلق ہو تو اس سے تحریمی مراد لیا جاتا ہے جبکہ کوئی صارف نہ ہو، ورنہ تو پھر جیسی دلیل ویسا حکم جیسی صراحت ویسا حکم، تنزیہی پر نص ہو تو مکروہ تنزیہی مانیں گے، تحریمی پر نص اور دلیل ہو تو تحریمی کہیں گے، تو یہاں کئی صورتیں ہو گئی اولاً مکروہ یا تو مطلق ہو گا یا مقید ہو گا، مقید ہو تو مقید جیسا حکم، مطلق ہو نظر کریں گے کہ اس کے تحریمی یا تنزیہی ہونے پر خارج میں کوئی دلیل ہے یا نہیں، اگر دلیل ہے تو جیسی دلیل ویسا حکم، اگر خارج میں کوئی قید دستیاب نہ ہو تو تحریمی پر محمول کریں گے، واللہ تعالی اعلم۔

اب جزیات ملاحظہ ہوں:

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہر سے نقل فرماتے ہیں:

اذ اطلاق الكراهة مصروف الى التحريم فما فى المنتقى موافق لما فى السراج:

اس لئے کہ کراہت مطلق بولی جائے تو تحریمی کی جانب پھیری جاتی ہے تو منتقی کا کلام سراج کے مطابق ہے۔[3]

(فتاویٰ رضویہ، ج۱، ص۸۷۹)

فقہ اسلامی میں مفتی عبد الاول جونپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فقہا جب کراہت مطلق بلا قید بولیں تو اس کراہت سے کراہت تحریمیہ مراد ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ جب کراہت تنزیہی پر کوئی نص یا دلیل موجود ہو۔[4]

---

[3] اس کے حاشیہ میں قدرے تفصیل ہے وہیں ملاحظہ کر لیا جائے۔

[4] معارف الاحکام کے صفحہ ۲۴۶ پر اس کی قدرے تفصیل ہے۔

(صفحہ ۸۴، مطبوعہ فقیہ ملت اکیڈمی)

نفل کا اطلاق سنت پر

سنت پر لفظ نفل کا اطلاق عام ہے، بہار شریعت میں ہے:

نفل عام ہے کہ سنت پر بھی اس کا اطلاق آیا ہے اور اس کے غیر کو بھی نفل کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام باب النوافل میں سنن کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ نفل ان کو بھی شامل ہے۔ (بہار شریعت، ج:۱، ص:۶۶۸)

مستحب و مندوب کا اطلاق سنت غیر مؤکدہ پر

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

دوسری قسم غیر مؤکدہ ہے جس کو سنن الزوائد بھی کہتے ہیں۔ اس پر شریعت میں تاکید نہیں آئی، کبھی اس کو مستحب اور مندوب بھی کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ج:۱، ص:۶۶۸)

مستحب پر سنت کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں یوں ہی سنت پر مستحب کا اطلاق کیسا ہے؟ اس کی دلیل بہار شریعت سے پیش کیگئی تھی اب اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فتاویٰ رضویہ سے ملاحظہ کریں محقق علی الاطلاق مجدد اعظم فرماتے ہیں: "تیرے لئے یہ جائز ہے کہ تُو کہے کہ بعض سنّت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا ہے جیسا کہ فقہا نے اس کی اور تصریح کی ہے"۔ (جلد:۵ ص:۶۰۴)

مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ادنی پر اعلی کا اطلاق ہو جاتا ہے ادنی کو اعلی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے اس کے لیے بطور نظیر اس کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ حرام کا اطلاق مکروہ تحریمی پر فقہائے کرام نے فرمایا ہے، مکروہ تحریمی کی مثال دیتے ہوئے اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مکروہِ تحریمی: جیسے اذانِ جمعہ کے وقت تجارت

فی الدر المختار کرہ تحریما مع صحۃ البیع عند الاذان الاول ۔قلت وعبر فی الھدایۃ بالحرمۃ واعترضہ الاتقانی بان البیع جائزلکنہ یکرہ کما صرح بہ فی شرح الطحطاوی لان المنع لغیرہ لایعدم المشروعیۃ واشار فی الدر الی جوابہ بقولہ افاد فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما اھ وانا اقول:الصحۃ اذا لم تناف المنع لغیرہ لم تناف الحرمۃ ایضا کذٰلک فان المنع ولو لغیرہ لیشمل المنع ظنا فیکرہ وقطعا فیحرم ولاشك ان النھی ھٰھنا قطعی فلاادری ما احوجھم الی تأویل الحرمۃ بالکراھۃ۔ درمختار میں ہے جمعہ کی پہلی اذان کے وقت بیع اگرچہ صحیح ہے لیکن مکروہِ تحریمہ ہے، میں کہتا ہوں اس کراہت کو ہدایہ میں حرمت سے تعبیر کیا ہے اور اس پر اتقانی نے اعتراض کیا کہ بیع صحیح لیکن مکروہ ہے جیسا کہ شرح طحطاوی میں یہ تصریح ہے، اس لئے کہ منع لغیرہٖ مشروعیت کو ختم نہیں کرتی اور درمختار میں اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بحر الرائق نے افادہ کیا ہے کہ مکروہ تحریمہ پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے اھ، اقول: (میں کہتا ہوں کہ) جس طرح صحت منع لغیرہ کے منافی نہیں اسی طرح وہ حرمت کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ منع اگرچہ لغیرہ ہو وہ منع ظنی اور قطعی دونوں کو شامل ہے منع ظنی ہو تو مکروہ ہے اگر قطعی ہو

تو حرام ہے اور بیشک یہاں نہی قطعی ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ حرمت کو کراہت سے ان کو تاویل کی کیا حاجت ہوئی۔ (جلد ۲۳، صفحہ ۶۰۵)

مکروہ تحریمی پر حرام کے اطلاق پر دوسری مثال:

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف سے پندرہویں فقہی سیمینار میں ایک سوال ہوا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا کیسا ہے حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے؟

اس کے جواب میں تمام مندوبین نے یہ صراحت کی کہ: "باتفاق رائے طے ہوا کہ مسجد صغیر میں نمازی کے آگے سے دیوار قبلہ تک بلا سترہ گزرنا سخت ناجائز و گناہ ہے اور مکروہ تحریمی ہے، فقہاء نے اسی کو بطور تغلیظ حرام سے تعبیر فرمایا ہے"۔

یہ توجہ کا مقام ہے کہ فقہائے کرام نے بطور تغلیظ بطور شدت کے یہ حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ "من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر" جس نے قصداً نماز ترک کی چھوڑ دیا گویا کہ اس نے کفر کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا، محدثین اور فقہائے کرام اس حدیث پر فرماتے ہیں کہ یہ حکم بطور تغلیظ ہے یہ حکم بطور ترھیب ہے، بلکہ فقہاء کرام نے اس طرح کے موقع پر ادنی کو اعلی سے تعبیر کرنے کی اجازت دی ہے، علامہ ابن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اعلام میں فرماتے ہیں:

" في المجموع والروضة وأصلها : للمفتي أن يشدد في الجواب بلفظ متأول عنده زجراً و تهديداً في مواضع الحاجة . زاد في الروضة : قلت : المراد ما ذكره الصيمري وغيره قالوا : إذا رأى المفتي المصلحة أن يقول للعامي ما فيه تغليظ وهو لا يعتقد ظاهره وله فيه تأويل جاز زجراً ، كما روى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه سئل عن توبة القاتل ؟ فقال : لا توبة له . وسأله

آخر فقال : له توبة ، ثم قال : أما الاول فرأيت عليه إرادة القتل فمنعته ، وأما الثاني فجاء مسكيناً قد قتل فلم أقنطه . "(ص 68 الاعلام بقواطع الاسلام)

وكذا في روضة الطالبين :لِلْمُفْتِي أَنْ يُشَدِّدَ فِي الْجَوَابِ بِلَفْظٍ مُتَأَوَّلٍ عِنْدَهُ زَجْرًا وَتَهْدِيدًا فِي مَوَاضِعِ الْحَاجَةِ. قُلْتُ : الْمُرَادُ مَا ذَكَرَهُ الصَّيْمَرِيُّ وَغَيْرُهُ قَالُوا : إِذَا رَأَى الْمُفْتِي الْمَصْلَحَةَ أَنْ يَقُولَ لِلْعَامِيِّ مَا فِيهِ تَغْلِيظٌ وَهُوَ لَا يَعْتَقِدُ ظَاهِرَهُ ، وَلَهُ فِيهِ تَأْوِيلٌ ، جَازَ زَجْرًا . (ج 11 ص 102 روضة الطالبين وعمدة المفتيين)

بحث دوم: فقہا کے دیگر مستعمل الفاظ کے اطلاقات

اس بحث میں دیگر مستعمل الفاظ کے اطلاقات کو ذکر کیا جائے گا جو بحث اول میں نہ آسکے۔

اول: یجوز کا اطلاق

یجوز کا اطلاق کبھی یصح پر ہوتا ہے کبھی یحل پر، اکثر یجوز کا معنی عقود میں صحیح لیا جاتا ہے اور افعال میں حلال مراد لیتے ہیں۔ صحیح اور حلال میں کیا فرق ہے اس پر کچھ تلاش کرنے کی کوشش کی گئی تو بعض اوقات یہ محسوس ہوا کہ عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کبھی محسوس ہوا کہ نہیں من وجہ کی نسبت ہے۔

مولانا عبد الاول جون پوری رحمۃ اللہ علیہ اس کی معنی میں فرماتے ہیں:

کبھی لفظ یجوز کا اطلاق بمعنی یصح ہوتا ہے اور کبھی بمعنی یحل ہوتا ہے، اسی وجہ سے فقہاء مکروہ نماز پر "جاز ذلك" اور "صح ذلك" بول جایا کرتے ہیں اس سے مراد ان کی نفس صحت ہوتی ہے جو بطلان کے مقابل ہے وہاں اباحت اور عدم کراہت مراد نہیں ہوتی اسی خیال سے شراح اور محشی لوگ لفظ "جاز" لفظ "صح" کی اس

طرح کر دیا کرتے ہیں: صح ای مع الکراھۃ یا بلفظ بغیر الکراھۃ بس جواز جب مطلق بالا قید کے مذکور ہو تو کبھی اس سے غیر ممنوع بمعنی عام مراد لیا جاتا ہے کہ مباح اور مکروہ اور مندوب اور واجب سب کو شامل رہے۔(فقہ اسلامی، ص ۹۲)[5]

دوم: لفظ "ینبغی" کا اطلاق

اس کے استعمال میں دو گروہ ہے ایک متاخرین کا گروہ ہے اور ایک متقدمین کا، جو متاخرین ہیں وہ اس کو مستحب کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، بر خلاف متقدمین کے وہ اس کو یجب کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ اس کا اطلاق کبھی یندب پر کبھی یجب پر ہوتا ہے اگرچہ اکثر یندب مراد ہوتا ہے۔

اس کو عبد الاول جون پوری کے الفاظ میں مطالعہ کریں: لفظ ینبغی متاخرین فقہا کے نزدیک مستحب کے محل میں ہے اور لفظ لا ینبغی کا استعمال مکروہ تنزیہی کی جگہ میں مشہور ہے اگرچہ متقدمین فقہاء کے عرف میں اس کا استعمال اعم ہے اور ایسا قرآن شریف میں جابجا ہے چند مثال ذکر کرنے بعد فرماتے ہیں:

اور مصباح المنیر کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی اس کے معنی یجب کے ہوتے ہیں اور کبھی یندب کے، جیسا موقع ہو گا ویسا استعمال کیا جائے گا، علامہ شامی نے کہا ہے کہ فقہا نے لفظ ینبغی سے وجوب مراد لیا ہے باوجود اس کے کہ غیر وجوب میں اس کا استعمال غالباً ہوتا ہے۔(فقہ اسلامی، ص ۹۴)

عربی الفاظ کے اطلاقات کا اثر اردو میں بھی ہوتا ہے کہ فقہائے کرام حکم بیان فرماتے ہوئے اس طرح کی تعبیر استعمال کرتے ہیں کہ یہ کرنا چاہیے یہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس میں وہی صورت ہے جو ینبغی میں ہے دو چند مثال دیکھیں علم میں اضافہ کریں:

---

[5] غالباً ایک حوالہ "غیر مطبوعہ فتاویٰ" نامی کتاب میں بھی ہے، بہت پہلے بندہ نے مطالعہ کیا تھا اب نہ کتاب ہے نہ پی ڈی ایف۔

مثال اول: علامہ حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمۃ کی کتاب کہر المعبود علی اعتقاد حزب المردود کی تصدیق میں مفتی عبید الرحمن ہاسانی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں: خدا بھلا کرے حضرت علامہ شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلی حضرت دام ظلھم الاقدس کا کہ جناب موصوف نے ان کے اصلی خدوخاص سے روشناس کرا کے سنی مسلمانوں کی ایک بڑی تباہی اور عظیم ہلاکت سے بچالیا بے شک ان کے اپنے بیت المال میں زکوۃ دینے سے شرعاًوہ دیناز کوۃ کا فرض ادانہ ہو گا بلکہ یہ اعانت علی الاثم ہو گی، غرض مسلمانوں کو ان کے ظاہری رنگین جملوں اور سبز باغوں میں پڑھ کر اپنے دین وایمان کی قربانی نہیں کرنا چاہیے۔(ص16، البرکات دار الکتب) یہاں آخر میں فرمایا گیا کہ "اپنے دین وایمان کی قربانی نہیں کرنا چاہیے" سے مُراد بچنا حتی الامکان ضروری ہے کہ علامہ حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمۃ خود اس کتاب کی صفحہ 12 میں فرماتے ہیں:

سنی مسلمانوں پر شرعا فرض ہے کہ اس تحریک کے جلسوں میں شامل ہونے سے قطعا پرہیز کریں، جس طرح وہابیوں دیوبندیوں وغیرہ ہم مرتدوں بدمذہبوں کے جلسوں میں شرکت سے اجتناب فرض ہے۔

مثال دوم: حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:"معاصی سے توبہ کرنی چاہئے، نماز اور دیگر امور شرعیہ کی پابندی کرنی چاہیئے"(فتاویٰ امجدیہ: جلد ۴ صفحہ ۳۰۳) اسی کے صفحہ چار سو دس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:"انھیں اس معصیت سے توبہ چاہئے"۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا اس محل پر یہ فرمانا کہ توبہ چاہئے یا توبہ کرنی چاہئے سے مراد توبہ لازم قرار دینا ہے اس کی تائید مجدد اعظم کی عبارت سے ہوتی ہے کہ حضور اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:"توبہ جس طرح کفر سے فرض ہے یوں ہی ضلالت سے یوں ہی معصیت سے"۔

(الطاری الداری لھفوات عبد الباری، صفحہ ۱۱، حسنی پریس بریلی)

مثال سوم: فتاویٰ امجدیہ میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:"جہاں منہیات شرعیہ ناچ، رنگ، گانا، بجانا، ہوتا ہو وہاں جانا ہی نہیں چاہئے "(جلد۴، صفحہ ۴۲)۔ یہاں جانا ہی نہیں چاہئے سے مراد بچنا ضروری ہے، اسی فتاویٰ امجدیہ میں ہے: اگر مجلس دعوت میں کوئی قبیح شئ ہو مثلاً ناچ وغیرہ تو اس میں ہرگز شریک نہ ہو کہ حرام ہے۔(جلد۴ صفحہ ۵۸)

مثال چہارم: حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان قرآن کریم کی توہین پر فرماتے ہیں: " قران مجید کو زمین پر پٹکنا اس کی توہین ہے اور یہ کفر ہے اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنی چاہیے ".

(جلد۴، صفحہ ۴۴۱)

ابھی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبارت گزری کہ معصیت سے گناہ سے توبہ کرنا لازم و ضروری ہے اور فرض ہے تو جب گناہ سے توبہ فرض ہے تو ضلالت یعنی گمراہی سے بدرجہ اولی توبہ فرض ہو گا اور جب ضلات و گمراہی سے توبہ فرض ہے تو کفر سے - چاہے کفر فقہی ہو یا کلامی ہو اس سے - بھی توبہ ضرور بالضرور فرض ہو گا۔

ابھی حالیہ میں فتاویٰ حامدیہ کی ایک عبارت نظر نواز ہوئی تھی جو ان شاءاللہ تعالٰی اس قول کی تائید و تصدیق کے لیے کافی ہو گی: "دونوں پر توبہ و تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح فرض ہے کہ کفر متفق علیہ و مختلف فیہ کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے ". (فتاویٰ حامدیہ، صفحہ ۱۱۳)

سوم: قیل کا اطلاق

لفظ قیل کی وضع صیغۂ تمریض کے لیے نہیں ہے ہاں اس کا اکثر استعمال تمریض کے لیے ہوتا ہے جبکہ قائل نے تضعیف و تمریض کا التزام کیا ہو جیسے کہ الملتقی الابحر کے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس کا اہتمام والتزام کیا ہے ورنہ کبھی غیر تمریض پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

مولانا عبدالاول جون پوری فرماتے ہیں:

قیل کے ساتھ بہت سے مسئلے کے حکم بیان کیے جاتے ہیں اور شراح ومحشیوں کی عادت ہے کہ اس کے نیچے یہ لکھ دیا کرتے ہیں کہ یہ اشارہ ضعف کی طرف ہے یعنی جو کہا گیا ہے یہ مضمون ضعیف قول ہے تو اس امر کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کتاب لکھنے والے نے اس کا التزام کر لیا ہو کہ جو مرجوح نقل کیا جاے گا وہ اسی صیغۂ قیل کے ساتھ لکھا جائے گا اور یہ ضعف کی طرف اشارہ کرے گا تو البتہ یہ قیل ضعف کے واسطے مسلم مانا جائے گا اور اس قیل کے مقولہ کو ضعیف ہی تصور کریں گے جیسا کہ کتاب ملتقی الابحر کے مصنف نے اس کا التزام کر لیا ہے اور کتاب مذکور کے دیباچہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے کہ قیل اور قالوا سے میں مرجوح قول کی طرف اشارہ کرتا ہوں اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے نے کہا ہے کہ صیغۃ قیل لیس کل ما دخلت علیہ یکون ضعیفا. یعنی یہ بات نہیں ہے کہ جس پر صیغۂ قیل ہو وہ ضعیف ہی ہو۔ پس یہ جو مشہور ہے کہ قیل اور یقال وغیرہ ہما صیغۂ تمریض غیر ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ صیغے اس واسطے موضوع ہیں اور جہاں صیغۂ تمریض مستعمل ہو گا وہاں ضعف ہی کی طرف اشارہ ہو گا بلکہ ایسا اس وقت خیال کیا جائے گا جب قائل اس کا التزام بھی اپنے اوپر کر لے کہ جہاں میں قیل کہوں وہاں تمریضی صیغہ ہو گا اور اس سے ضعف اور مرجوح کی طرف اشارہ سمجھنا یا سیاق وسباق اور مقام کے قرینے سے ظاہر ہو جائے کہ مقولۂ قیل مرجوح وضعیف ہے۔ (فقہ اسلامی، ص ۹۳)

لگے ہاتھوں اس حوالے سے حضور ازہری میاں علیہ الرحمۃ کی تحریر ملاحظہ کریں:

اقول: یہ کوئی کلیہ نہیں کہ جس کو قیل سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہی ہو عدم شہرت کی بنا پر قیل کہہ دیتے ہیں حالانکہ قول ضعیف نہیں ہوتا۔ (رسائل تاج الشریعہ، حصہ اول، رسالہ، دفاع کنز الایمان، ص ۳۰)

چہارم: لا بأس کا اطلاق

اس کا دو اطلاق ہے ایک جو کثیر الوقوع ہے ترک اولیٰ، خلاف اولی، کبھی اس کو مستحب پر بھی محمول کیا جاتا ہے مندوب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ فقہ اسلامی کے مصنف علامہ جون پوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

لفظ لا بأس کا استعمال ترک اولی کے واسط مطرد نہیں ہے بلکہ مندوب میں بھی یہ استعمال کیا جاتا ہے لفظ لا بأس دلیل اس پر ہے کہ اس کا غیر مستحب ہے یعنی مدخول علیہ لا بأس مستحب نہیں ہے اس واسطے کے بأس کے معنی شدت ہے اور مندوب میں لفظ لا بأس کا جو استعمال ہو تا ہے تو یہ وہیں ہو گا جہاں بأس اور شدت کا توہم ہو مثلا وضو موجو در ہنے پر پھر دوبارہ وضو کرے تو یہ فعل مستحب ہے اور "وإنہ نور علي نور" آیا ہے اور یہاں کہیں "الوضوء علي الوضوء لا بأس بہ" تو مطلب اس کا یہ ہو گا کہ یہ مستحب ہے مکروہ نہیں اگر چہ اس کا زیادہ استعمال ترک اولی کے محل پر ہو تا ہے لیکن مندوب و مستحب میں بھی کبھی استعمال کر لیا جاتا ہے اسی واسطے فقہا کہتے ہیں "لا باس بتکبیر التشریق عقب العید" تو یہاں اس سے استحباب مراد ہے یعنی فعل مستحب ہے اس واسطے کہ مسلمانوں کا اس پر تعارف اور تعامل ہے یعنی علما فقہا کا ہمیشہ سے اس پر عمل درآمد ہے تو ان کی اتباع وہ پیروی واجب ہے۔ تنویر الابصار اور در مختار بحر رائق اور رد المحتار کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے اس کو یادر کھنا چاہیے۔(صفحہ:۹۵)

پنجم: فاسد کا اطلاق باطل پر اور باطل کا اطلاق فاسد پر

اگر چہ حقیقت میں جو فاسد ہو تا ہے وہ باطل نہیں ہو تا اور جو باطل ہو تا ہے وہ فاسد بھی ہو تا ہے کہ دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر باطل فاسد ہے بعض فاسد باطل نہیں، یہ اپنی جگہ ہے لیکن کبھی لفظ باطل کو فاسد کی جگہ استعمال کر لیا جاتا ہے یوں ہی لفظ فاسد کو باطل کی مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔

اس کے حوالے میں بھی فتاویٰ رضویہ کی عبارت کافی ہو گی امام عشق و محبّت اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

اقول: وان کانت تعبیرات العلماء فی ذٰلك لم ترد علی نسق واحد فمنهم وهم بالفساد ومنهم من عبر بالبطلان والفساد هو المراد لانهما لفظان متعاوران یرد کل واحد منهما مشرب صاحبه

کما لا یخفی علی الناظر فی کلمات القوم وقال القہستانی فی بیان الباطل کثیرا مایطلق الفاسد علیہ وبالعکس۔[6]

میں کہتاہوں کہ اگرچہ اس میں علماء کی تعبیریں ایک طرز پر واقع نہیں ہوئیں، ان میں سے بعض نے اس کو فساد قرار دیااور بعض نے بطلان سے تعبیر کیا جس سے مراد فساد ہی ہے کیونکہ ان دونوں لفظوں یعنی فساد وبطلان میں سے ہر ایک دووسرے کی جگہ استعمال ہوتا رہتاہے جیسا کہ کلمات قوم کو مدنظر رکھنے والے پر مخفی نہیں اور قہستانی نے باطل کے بیان میں کہا کہ بسااوقات اس پر فاسد کا اطلاق ہوتا ہے اوراسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی فاسد پر باطل کا اطلاق ہوتاہے. (جلد:۷، صفحہ:۱۱۵)

ششم: کفروشرک کا اطلاق

کبھی گناہ کبیرہ پر کبھی اصل حقیقی کفروشرک پر ہوتاہے. اس تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیرِ خدا کو معبود یا مُستَقِل بِالذّات وواجب الوجود نہ جانے۔ بعض نصوص میں بعض افعال پر اطلاقِ شرک تشبیہاً یاتغلیظاً یابارادہ ومقارنت باعتقاد منافی توحید وامثال ذلک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا ہے، جیسے کفر نہیں مگر انکارِ ضروریاتِ دین اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاقِ کفر آیاہے یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک وکفر مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کردیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زنہار مراد نہیں کہ یہ عقیدۂ اجماعیہ ٔاہلسنّت کے خلاف ہے، ہر شرک کفرہے اور کفر مزیلِ اسلام، اور اہلسنّت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ نصوص کو علی اطلاقہا کفروشرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرودہے۔

---

[6] بندہ نے طوالت کے خوف سے مکمل عبارت نقل نہیں کی ہے۔

(فتاوی رضویہ،۲۱/۱۳۱)

ہفتم: غیر اللہ پر عزوجل کا اطلاق

عزوجل کا استعمال اللہ تعالی کے لیے خاص ہے اس کو دوسرے کے لیے استعمال کرنا نامناسب وممنوع ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ قَوْلَنَا عَزَّ وَجَلَّ مَخْصُوصٌ بِاَللّٰهِ تَعَالَى، فَلَا يُقَالُ مُحَمَّدٌ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنْ كَانَ عَزِيزًا جَلِيلًا ثُمَّ قَالَ اللَّقَانِيُّ". (ج6ص753-حاشية ابن عابدين، رد المحتار-ط الحلبي)

ہشتم: اسمائے الٰہیہ کا اطلاق

اَلَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىٕهٖ: جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں حق واِستقامت سے دور ہونا کئی طرح سے ہے ایک تو یہ ہے کہ اس کے ناموں کو کچھ بگاڑ کر غیروں پر اِطلاق کرنا جیسا کہ مشرکین نے اِلٰہ کا ''لات'' اور عزیز کا ''عُزّیٰ'' اور منان کا ''مَنات'' کر کے اپنے بتوں کے نام رکھے تھے، یہ ناموں میں حق سے تَجاوُز اور ناجائز ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا نام مقرر کیا جائے جو قرآن وحدیث میں نہ آیا ہو یہ بھی جائز نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو سخی کہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اَسماءتَوقیفیہ ہیں۔ تیسرا یہ کہ حسنِ ادب کی رعایت نہ کرنا۔ چوتھا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ایسا نام مقرر کیا جائے جس کے معنی فاسد ہوں یہ بھی بہت سخت ناجائز ہے ، جیسے کہ لفظ رام اور پرماتما وغیرہ۔ پانچواں یہ کہ ایسے اسماء کا اطلاق کرنا جن کے معنی معلوم نہیں ہیں اور یہ نہیں جانا جاسکتا کہ وہ جلالِ الٰہی کے لائق ہیں یا نہیں۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۸۰، ۲/۱۶۴)

اِلْحاد فی الاسماء کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ غیرُ اللہ پر اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کا اِطلاق کیا جائے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے کسی کا نام رحمٰن، قدوس، خالق، قدیر رکھنا یا کہہ کر پکارنا، ہمارے زمانے میں یہ بلا

بہت عام ہے کہ عبد الرحمٰن کو رحمٰن، عبد الخالق کو خالق اور عبد القدیر کو قدیر وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں یہ حرام ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔

نہم: اللہ کے لیے لفظ "مکر" کا اطلاق

فی الحال لفظ مکر کا اطلاق اللہ تعالی پر جائز نہیں ہے کہ پہلے اسکا اطلاق خفیہ تدبیر پر ہوتا تھا مگر اب عرف نے اس کو قبیح معنی کی طرف پھیر دیا ہے، تدبیر اچھی ہوتی ہے بری بھی ہوتی ہے عربی میں دونوں پر اس کا اطلاق ہوجاتا ہے مگر اردو اس وسعت کی حامل نہیں ہے کہ خدائے تعالی ہمیشہ اچھی تدبیر کرتا ہے اور اب یہ زیادہ تر بری تدبیر پر بولا جاتا ہے، اسی لئے فاضل الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لفظ "مکر" لغت عرب میں ستر یعنی پوشیدگی کے معنی میں ہے اسی لیے خفیہ تدبیر کو بھی "مکر" کہتے ہیں اور وہ تدبیر اگر اچھے مقصد کے لیے ہو تو محمود اور کسی قبیح غرض کے لیے ہو تو مذموم ہوتی ہے مگر اردو زبان میں یہ لفظ فریب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اس لیے ہرگز شان الہی میں نہ کہا جائے گا اور اب چونکہ عربی میں بھی بمعنی خدع کیے معروف ہوگیا ہے اس لیے عربی میں بھی شان الہی میں اس کا اطلاق جائز نہیں آیت میں جہاں کہیں وارد ہے وہ خفیہ تدبیر کے معنی میں ہے۔ (سورۃ آل عمران آیت ۵۴، مکروامکر اللہ کے تحت)

دہم: نبی کے لیے عالم الغیب کا اطلاق

یہ معلوم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السّلام اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب جانتے ہیں غیب پر مطلع ہیں غیب پر خبردار ہیں لیکن انہیں عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا کہ اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسے لفظِ رحمٰن ہے۔ اس مسئلہ پر عقیدہ اہل سنّت جاننے کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں "ہماری تحقیق میں لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حضرت عزت عَزَّجَلَالُہ کے ساتھ خاص ہے کہ اُس سے عرفاً علم بالذات متبادر

ہے اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قطعاً بے شمار غیوب وماکان مایکون کے عالم ہیں مگر "عالم الغیب" صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کہا جائے گا۔ جس طرح حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قطعاً عزت جلالت والے ہیں، تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل ہے نہ ہو سکتا ہے، مگر محمد عَزَّوَجَلَّ کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ومحمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بولا جائے گا)۔ (فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۵)

یہاں ایک سوال بنتا ہے کہ نبی کا معنی ہی ہے غیب جاننے والے جب نبی غیب کے جانکاری ہیں تو پھر عالم الغیب کا اطلاق کیوں نہیں کر سکتے؟

تو اس کا جواب فتاویٰ رضویہ سے اعلی حضرت کی زبانی ملاحظہ کریں:

کم من معتقد لایطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق۔ بہت سے معتقدات ہیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ہوتا ہے جس کا اعتقاد جائز نہیں، لہٰذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں:

وانما لم یجز الاطلاق فی غیره تعالٰی لانه یتبادر منه تعلق علمه به ابتداء فیکون تناقضا واما اذا قید وقیل اعلمه الله تعالٰی الغیب او اطلعه علیه فلا محذور فیه۔ علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لیے ناجائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگا دی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو غیب کا علم عطا فرمادیا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمادیا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔ (جلد:۱۹، صفحہ:۴۰۶)

یازدہم: غیر انبیا پر علیہ السلام کا اطلاق [7]

جو نبی نہ ہوں ان کے لیے علیہ السلام کا اطلاق ناجائز و گناہ ہے، مفسر قرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: لا ینبغي الصلاة من أحد علي أحد إلا علي النبي صلى الله عليه وسلم.

(معجم کبیر، حدیث 11813)

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں:

الظاهر ان العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة من أن ذلك شعار أهل البدع و أنه مخصوص في لسان السلف بالانبياء والملائكه عليهم السلام.

(روح المعاني، سورة التوبة، تحت الآيت ٩٩)

دوازدہم: قرآن پر لفظ مخلوق کا اطلاق

قرآن کو مخلوق کہنا جائز نہیں ہے، اگرچہ قائل عقیدۃً کلام نفسی کو قدیم اور کلام لفظی کو حادث مانتا ہو،

ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری منح الروض الازهر شرح فقه الاكبر **میں فرماتے ہیں:**

"التحقيق ان لا نزاع في هذه القضية ولا خلاف لاهل السنة في حدوث الكلام اللفظي ولا نزاع للمعتزلة في قدم الكلام النفسي......**ومع هذا لا يجوز لاحد ان يقول: القران اللفظي مخلوق لما فيه من الايهام مؤدى الى الكفر وان كان صحيحا في نفس الامر باعتبار بعض اطلاقات القران...**"

(منح الروض، صفحہ ۴۹، مکتبۃ المدینہ)

---

[7] اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ہے جس کا لنک یہاں دیا گیا ہے https://t.me/faizanealahazrat/1/540940

سیز دہم: عفوودر گزر پر خلف وعید کا اطلاق

معافی اور عفوودر گزر پر خلف وعید کا اطلاق ممنوع اور مکروہ ہے۔

محقق ابن امیر الحاج مکی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ثم حيث كان المراد هذا فالوجه ترك اطلاق جواز الخلف في الوعد والوعيد دفع الايهام ان يكون هذا المحال.[8]

چہار دہم: مدینہ پر لفظ یثرب کا اطلاق

مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفا وتعظیماً کو یثرب کہنا ممنون وہ گناہ ہے اس حوالے سے خزائل العرفان میں سورہ احزاب کی آیت نمبر 13 میں حضور صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادابادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: مسلمانوں کو یثرب نہ کہنا چاہیے حدیث شریف میں مدینہ طیبہ کو یہ اثرب کہنے کی ممانعت ائی ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ناگوار تھا کہ مدینہ پاک کو یثرب کہا جائے کیونکہ یثرب کے معنی اچھے نہیں ہیں"۔

اس حوالے سے شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضاخان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے ایک سوال ہوا کہ مدینہ کہ یثرب کہنا کیسا ہے تو جواباًارشاد فرماتے ہیں:

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز وممنوع وگناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمی المدينة يثرب فليستغفر الله هی طابة هی طابة، رواه الامام احمد بسند صحيح عن البراء ان عازب رضی الله تعالٰی عنه۔ جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے۔ مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے۔(اسے امام احمد نے بسند صحیح براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[8] خلف وعید اور امکان کذب، صفحہ ۸۷، اور صفحہ ۱۰۰ میں حلبۃ المجلی سے منقول ہے۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: فتسمیتها بذٰلك حرام لان الاستغفار انما هو عن خطیئة۔ یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے استغفار کا حکم فرمایا اور استغفار گناہ ہی سے ہوتی ہے [9]۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد ۲۱، صفحہ ۱۱۷)

پانزدہم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ کملی کا اطلاق

اس حوالے سے حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"کملی تصغیر کا لفظ ہے اور سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام سے منسوب کسی چیز کی تصغیر اگرچہ از راہ محبت ہو بوجہ ایہام وسوءِ ادب جائز نہیں ہے"۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ جدید، جلد ۱، صفحہ ۳۵۱)

شانزدہم: لفظِ معصیت کا اطلاق

عرف قرآن میں معصیت کا اطلاق غیر ذنب پر بھی آیا ہے، کہ حقیقت میں وہ نافرمانی نہیں ہے پھر بھی اس کو معصیت سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے تعلق سے وَعَصٰۤى اٰدَمُ آیا حالاں کہ وہ معصیت نہ تھی، اس تعلق سے اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی الفاظ مبارکہ مطالعہ کریں:

"قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالٰی " وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ "۔ آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، حالانکہ خود فرماتا ہے:" فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ "۔ آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا، لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ، خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی: " رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا "۔ اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چُوکیں"۔

---

[9] تفصیلی جواب کے لیے فتاویٰ رضویہ دیکھ لیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد:۲۹، صفحہ:۴۰۰)

ہفدھم: اللہ تعالی جل جلالہ کے لیے حاضر وناظر کا اطلاق

کیا اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہہ سکتے ہیں؟

اس کے جواب سے پہلے میں یہ عرض کردوں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے حبیب صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو حاضر وناظر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر نہیں کہہ سکتے کیونکہ حاضر وناظر کے جو لغوی اور حقیقی معنی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حاضر وناظر کا اِطلاق بھی باری عَزَّوَجَلَّ پر نہ کیا جائے گا۔ علماءِ کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہوئی کہ اس (کا اطلاق کرنے والے) پر سے نفیٔ تکفیر فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب الشتی، عروض و قوافی، ۲۹/ ۵۴)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ''اُسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) حاضر وناظر بھی نہیں کہہ سکتے، وہ شہید و بصیر ہے، حاضر وناظر اس کی عطا سے اُس کے محبوب عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، عقائد وکلام ودینیات، ۲۹/ ۳۳۳)

ہجدہم: لفظ بدنہ کا اطلاق

حنفیہ کے یہاں بدنہ کا اطلاق اونٹ گائے دونوں پر ہوتا ہے بر خلاف شافعیہ کے وہاں بدنہ کا اطلاق صرف اونٹ پر ہوتا ہے, تفسیرات احمدیہ میں ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان البدن جمع بدنة کخشب وخشبة واصله الضم وهو مشتق من البدانة وهی الضخامة ویطلق عندنا علی الابل والبقر وعند الشافعی علی الابل خاصة.

(تفسیرات احمدیہ، الحج، تحت الآیۃ:۳۶، ص ۳۸۲، مکتبۃ الشرکۃ)

نوزدہم: حضور کی ذات پر صاحب کا اطلاق

حضورِ اَقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر اطلاقِ صاحب خود قرآنِ عظیم میں وارد ''وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰىۙ۝۱مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى'' مگر نامِ اقدس کے ساتھ اس طور پر لفظِ ''صاحب'' کا ملانا (جیسے محمد صاحب کہنا) یہ آریوں اور پادریوں کا شِعار ہے، وہ اسے معروف تعظیم میں لاتے ہیں جو زید وعمر کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب، مرزاصاحب، پادری صاحب، پنڈت صاحب، لہٰذا اس سے احتراز چاہئے، ہاں یوں کہا جائے کہ حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے صاحب ہیں، آقا ہیں، مالک ہیں، مولیٰ ہیں۔ (فتاوی رضویہ، کتاب السیر، ۱۴/ ۶۱۴)

بحث سوم: اطلاق میں کوتاہی کے نتائج

ویسے تو ہر کوتاہی کا نتیجہ برا اور خراب ہی ہوتا ہے، کبھی کوتاہی اور غلطی کا وجود بے توجہی ہی میں ہوتا ہے کہ انجانے میں لغرش ہوتی ہے، خارج میں بعض لغزشیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس کی وجہ سے کوئی خرابی نہیں ہوتی ہے لیکن بعض کوتاہی بہت بڑی غلطی کا بیش خیمہ ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں: لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی، اطلاق و تعبیر میں کوتاہی کبھی تو قائل کو گناہ صغیرہ سے کبیرہ کی طرف لے جاتی ہے بلکہ کبھی اطلاق کا حکم اس سے بھی سخت ہو سکتا ہے جیسا کہ کفر فقہی یا کفر کلامی ہونا، اللہ تعالی ہمیں اس طرح کی غلطی سے بچائے ایسی لغزشوں سے محفوظ رکھے، تو سوال یہ ہے کہ

کیا اطلاق کے حرام ہونے کی صورت ہے؟ کیا کوئی صورت ہے کہ اطلاق کفر بھی ہو جائے؟ کیا اطلاق پر کفر کا حکم آسکتا ہے؟

اس کا سادہ جواب ہے ہاں اطلاق کبھی حرام بھی ہوتا ہے اور کبھی کفر بھی ہوتا ہے، اس کی تائید کے لیے میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک فتویٰ نقل کروں گا جس سے معلوم ہو گا کب اطلاق حرام ہوتا اور کب کفر ہوتا ہے:

سائل نے پوچھا کہ خداوند قدوس کی شان میں یہ الفاظ بولے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

"قربان، فدا، نچھاور، عاشق، معشوق، حاضر ناظر، لا ابالی، صاحب، میاں، لفظ شکایت، اور ہوس تھی دید کی، معراج کا بہانہ تھا، اور یہ شوق ہے، اے خدا میں بھی میرے ماں باپ بھی تیری لونڈی اور غلام ہیں" از روئے شرع صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے جواباً ارشاد فرمایا:

معاذ اللہ رب العالمین جلت عظمتہ عزت عزتہ کی شان رفیع میں قربان فدا نچھاور اور جن الفاظ سے متبادر و عرف جاری ہیں بلکہ محض دلالت لفظ سے محبوب پر مر مٹ جانے فنا ہو جانے کا اطلاق ہو جناب باری تعالی میں حرام حرام اشد حرام بلکہ اپنے معانی ظاہرہ متبادرہ کی بنا پر کفر میں صریح اور معاذ اللہ سامعین یہی معنی مراد لیا جو اس سے متبادل ہیں تو کفر کو متعین اور قائل و سامع دونوں پر توبہ تجدید ایمان و تجدیدِ نکاح بی بی والوں پر بہر کیف لازم ہے۔ اللہ تعالی اعلم بالصواب

اور عاشق و معشوق میں حرج نہیں جبکہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں اور حاضر و ناظر کا اطلاق اللہ تعالی کے لیے ناجائز ہے جبکہ حضور سے حضور مکانی اور نظر سے آنکھ سے دیکھنا مراد نہ لائے ورنہ یہ بھی کفر

ہے اور بعض فقہاء کرام نے اس لیے اس کو کفر بتایا اگرچہ مختار یہی ہے کہ کفر نہیں ہے حضور بمعنی علم اور نظر بمعنی مطلق رویت شائع ہے در مختار میں ہے: یا حاضر یا ناضر لیس بکفر، لا ابالی کا اطلاق سوء ادب و کفر ہے اور صاحب کا اطلاق نہ چاہیے یوہی میاں کا اطلاق بھی منع ہے اور اللہ تعالی سے شکایت کرنا حرام ہے اور ہوس و بہانہ کا اطلاق اللہ تعالی کے لیے کفر ہے جس سے توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح لازم ہے اور اللہ تعالی کی لونڈی و غلام کہنے میں حرج نہیں جبکہ بمعنی مملوک کہے اور بندہ اور کنیز کہنا بہتر ہے واللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی تاج الشریعہ قدیم، جلد اول، ص:۱۷۱)

اسی طرح کے اور ایک جواب میں فرماتے ہیں:

خدا مثل "اللہ" ذات باری تعالی کا خاص ہے، جس کا اطلاق غیر ذات خدائے برتر پر و قدوس پر کفر ہے۔عالمگیریہ میں ہے: "لو قال من خدایم علی وجه المزاح یعنی خود آیم فقد کفر کذا فی التاتارخانیه"[10] (فتاویٰ تاج الشریعہ قدیم جلد اول: صفحہ ۲۳۰)

آخر میں اللہ تعالی عزو جل سے دعا ہے کہ ہمیں ہر طرح کی برائی سے محفوظ و مامون رکھے، ہماری کوتاہی کو خاص کر میرے گناہوں کو عفو در گزر کرے، مجھے ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی توفیق دے خاص کر گفتگو میں لغزش سے کلمات کے غلط اطلاق سے بچائے محفوظ و مصئون رکھے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

10 تفصیل کے لیے ماخذ دیکھ لیا جائے۔

Click for joining

Jamat Raza-e-Mustafa Bhadrak Odisha

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلماتِ فقہا کے اطلاقات

کتب فقہیہ کی روشنی میں

تحریر

محمد امجد رضا مجاہدی

متعلم جامعہ امام اعظم ابو حنیفہ

جماعت رضائے مصطفیٰ، بھدرک، اڈیشہ



Jamat Raza-e-Mustafa
Bhadrak Odisha